احکاماتِ نکاح پر مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کے بالاستیعاب تحقیقی مطالعہ کا جائزہ

A Review of the Research study commissioned by Maulana Syed Abu Ala Maududi on Nikah orders

Umar Farooq
Ph.D scholar department of Islamic Studies
Qurtuba University Peshawar
Email: umarjabban@gmail.com
Dr. Muqaddas Ullah
Assistant Professor Qurtuba University Peshawar
Email: drmqds@qurtuba.edu.pk

ABSTRACT

Syed Abul Ala Maududi other services in religious affairs as well as jurisprudential services are also noteworthy in which there is a great writing regarding Nikah. Islam provides a comprehensive framework to address all aspects of life including family matters. And because of marriage, human beings have become morally protected, meaning they are saved from adultery and other immorality. Spouses are related on the basis of love and mercy, which makes civilization, lifestyle, culture and culture stronger. There are various duties on a man in marriage, it is the responsibility of the man to fulfill it, such as Amhar, Nalatafqa, etc. are worth mentioning.

Marriage with all non-Muslims is prohibited for Muslim men and women. Those who are not People of the Book because they are so different from Muslims in their religion, their thoughts, their culture and their own ways that a true Muslim cannot match them with heartfelt love and unity of heart and soul. If, despite this difference, they are connected with each other, their marital relationship will not be a proper cultural relationship. Rather, it will become a mere sexual relationship. And either there will be no grace or mercy in it, or if there is, it will become useless instead of being useful for the Islamic civilization and civilization and for these Muslims themselves.

Keywords: low of nikah, Scholars, opinions and Justification, understanding, implications

مولانا سید ابو الاعلی مودودیؒ کا جہاں امور دینیہ میں دیگر خدمات ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ فقہی خدمات جو کہ فرما کر لکھتے ہیں انسانیت کی رہنمائی بھی ہے اور ان کو مکلفیت کا پیغام بھی دینا ہے اس لئے انہوں نے پہلے کچھ قوانین بیان قانون کی تفصیلات سے پہلے مقاصد قانون کو سمجھ لینا ضروری ہے کیونکہ قانون میں سب سے اہم چیز اس کا مقصد ہے مقصد ہی کو پورا کرنے کے لئے اصول مقرر کئے جاتے ہیں اور اصولوں کے تحت احکامات دیئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص مقصد کو سمجھے بغیر احکامات نافذ کرے تو کافی حد تک ممکن ہیں کہ کسی جزوی مسئلے میں وہ ایسا حکم نافذ کرے جس سے قانون کے

مقاصد سے انکار نہ ہو وہ قانون کے صحیح ماہر کے مطابق اس کا اتباع بھی نہ کرسکے گا لہٰذا سب سے پہلے وہ اُن قانون کی تشریح کریں جس کے لئے اسلام میں ازدواج کا قانون مقرر کیا گیا ہے۔

نکاح کی لغوی تعریف

نکاح لغت میں ضم کرنا، ایک چیز کو دوسرے میں داخل کرانے کو کہتے ہیں۔ پھر اس کا اطلاق حقیقی وطی پر ہوتا ہے اور مجازاً اس کا معنی ہے عقد۔ زجاج کہتے ہیں کہ کلام عرب میں نکاح وطی اور عقد دونوں کو کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف

(1) نکاح کا لفظ وطی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجازاً استعمال ہوتا ہے۔ یہ احناف کا قول ہے اور قوال شوافع کا بھی ہے۔

(2) حقیقی معنی عقد ہے اور مجازاً وطی کو کہا جاتا ہے۔ یہ قول راجح ہے کیونکہ قرآن وسنت میں اکثر عقد کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حتی کہ بعض لوگوں نے کہا ہیں کہ "لم یرد فی القران اِلا للعقد" کہ قرآن میں صرف عقد ہی کے لئے استعمال ہوا ہے

اخلاق وعفت کی حفاظت

اسلامی قانون میں ازدواج کا پہلا مقصد اخلاق کی حفاظت ہے وہ زنا کو حرام قرار دیتا ہے اور نوع انسانی کی دونوں صنفوں کو مجبور کرتا ہے کہ اپنے فطری تعلق کو ایسے ضابطے کا پابند بنادیں جو اخلاق کو فحش، بے حیائی اور تمدن کو فساد سے محفوظ رکھنے والا ہو۔ اسی لئے قرآن مجید میں نکاح لفظ احصان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حصن قلعہ کو کہتے ہیں اور احصان کے معنٰی قلعہ بندی کے ہیں۔ جو مرد نکاح کرتا ہے وہ (محصن) ہے گویا وہ ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے اور جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہے وہ (محصنہ) ہے۔ یعنی وہ اس قلعہ کی حفاظت میں آگئی ہے۔ جو نکاح کی صورت میں اس کے نفس اور اس کے اخلاق کی حفاظت کے لئے تعمیر کیا گیا ہے یہ استعارہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسلام میں نکاح کا اوّلین مقصد اخلاق اور عصمت کا تحفظ ہے اور قانون ازدواج کا پہلا کام اس قلعہ کو مستحکم کرنا ہے جو نکاح کی صورت میں اس گراں قدر چیز کی حفاظت کے لئے تعمیر کیا جاتا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ (1)

ترجمہ: (یہ عورتیں جو تم پر حرام کی گئی ہیں ان کے سواء باقی سب عورتیں تم پر حلال کردی گئی بشرطیکہ شہوت رانی کے لئے نہیں بلکہ قید نکاح میں لانے کے لئے تم اپنے اموال کے بدلے میں ان کو حاصل کرنا چاہو)

فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ (2)

ترجمہ:(پس تم ان کے سر دھروں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کرو اور مناسب طور پر ان کے مہر ادا کرو تاکہ وہ محصنات بنیں نہ کہ علانیہ یا چوری چھپے بدکاری کرنے والیاں۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ(3)

اور محفوظ عورتیں (حلال ہیں) ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ شرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ علانیہ یا چوری چھپے ناجائز تعلقات پیدا کرنے والے۔

مذکورہ آیات کے الفاظ اور معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں سب سے زیادہ اہمیت اس چیز کی ہے۔ کہ مرد اور عورت کے ازدواجی تعلق میں احصان یعنی اخلاق اور عفت و عصمت کا پورا پورا تحفظ ہو۔ یہ ایسا مقصد ہے جس کے لئے ہر دوسرے غرض کو قربان کیا جاسکتا ہے۔ مگر کسی دوسری غرض کے لئے اس کو قربان نہیں کیا جاسکتا زوجین کو نکاح کی قید میں اسی لئے مقید کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر اپنی فطری خواہشات پوری کریں(4)۔

مودّت ورحمت (شفقت)

دوسرا اہم مقصد یہ ہے کہ نوعِ انسانی کی دونوں صنفوں کے درمیان ازدواج کا تعلق مودّت ورحمت کی بنیاد پر ہو تاکہ مناکحت سے تمدن وتہذیب کے جو مقاصد متعلق ہیں ان کو وہ اپنے اشتراکِ عمل سے بدرجہ اتم پورا کرسکیں اور ان کو اپنی خانگی زندگی میں وہ راحت و مسرت اور سکون و آرام حاصل ہو سکے جس کا حصول انھیں تمدن کے بالاتر مقاصد پورے کرنے کی ضرورت بہم پہنچانے کے لئے ضروری ہے۔ قرآنِ مجید میں اس مقصد کو جس انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں زوجین کا تصور ہی مودّت ورحمت ہے۔ اور زوجین بنائے ہی اس مقصد کے لیے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کریں۔ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً (5)

اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمھارے لئے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہیں۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا (6) وہی ہے جس نے تم کو تنِ واحد سے پیدا کیا اور اس کے لئے خود اسی کی جنس سے ایک جوڑا بنایا تاکہ وہ اس کے پاس سکون حاصل کرے پھر ایک دوسر

ی جگہ میں زوجیت کے اس تصور کو یوں پیش کیا ہے۔ھُنَ لباسُ لکُم وَانتُم لِباسُ لھُنّ۔(7) وہ تمھارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس۔

یہاں زوجین کو ایک دوسرے کا لباس کیا ہے۔ لباس وہ چیز ہے جو انسان کے جسم سے متصل رہتی ہے اور اس کی پردہ پوشی کرتی ہیں اور اس کو فضا کے مضر اثرات سے بچاتی ہیں۔ اس لباس کے استعارے کو زوجین کے لئے استعمال کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ان کے درمیان مناکحت کا تعلق معنوی حیثیت سے ویسا ہی تعلق ہونا چاہیئے جیسا جسم اور لباس کے درمیان ہوتا ہے۔ ان کے دل اور ان کی زوجین ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں وہ ایک دوسرے کی ستر پوشی کریں۔ اور ایک دوسرے کو ان اثرات سے بچائیں جو اُن کے اخلاق پر حرف لانے والے ہوں۔ یہی تقاضا ہے مودت ورحمت کا۔ اور اسلامی نقطہ نظر سے یہ ازدواجی تعلق کی اصلی روح ہے۔ اگر کسی ازدواجی تعلق میں یہ روح نہیں ہے تو گویا وہ ایک بے جان لاش ہے۔

اسلام میں ازدواجی تعلقات کے لیے جو قوانین مقرر کئے گئے ہیں ان سب میں اس مقصد کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ زوجین اگر ایک دوسرے کے ساتھ رہیں تو صلح و آشتی، محبت اور ولی یک جہتی کے ساتھ رہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں۔ اور آپس کے تعلقات میں فیاضانہ برتاؤ رکھیں لیکن وہ اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر ان کی یکجائی سے جدائی بہتر ہے۔ کیونکہ مودت ورحمت کی روح نکل جانے کے بعد ازدواجی تعلق ایک مردہ جسم ہے۔ جس کو اگر دفن نہ کر دیا ئے تو عفونت پیدا ہو گی۔ اور اس سے خانگی زندگی کی ساری فضا زہر آلود ہو جائے گی۔ اسی لیے قرآن مجید کہتا ہے۔

وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاوَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ(8)

اگر آپس میں موافقت سے رہو۔ اور ایک دوسرے سے زیادتی کرنے سے بچو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر (یہ نہ ہو سکے) اور زوجین ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں تو اللہ اپنے وسیع خزانہ غیب سے ہر ایک کی کفالت کریگا۔

پھر جگہ جگہ احکام بیان کرنے کے ساتھ تاکید کی گئی ہے کہ

فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (9) یا تو بھلے طریقے سے ان کو اپنے پاس رکھا جائے یا احسان)یا خوش اسلوبی(کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (10) یا تو بھلے طریقے سے ان کو اپنے پاس رکھو یا بھلے طریقے سے ان سے جُدا ہو جاؤ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ(11) اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرح رہو۔

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ(12)

یا تو بھلے مانسو کی طرح ان کو رکھ دو یا بھلے مانسو کی طرح رخصت کر دو۔ محض ستانے کے لئے ان کو نہ روک رکھو کہ ان کی حق تلفی کرنے لگو۔ اور جو ایسا کریگا وہ اپنے نفس پر خود ظلم کریگا۔) یعنی اپنے آپ کو خود کے عذاب کا مستحق بنائے گا۔

وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ(13) اور آپس کے تعلقات میں فضل کو نہ بھولو) یعنی فیاضی کا برتاؤ کرو(طلاق رجعی کے احکام جہاں بیان کئے گئے ہیں وہاں رجوع کے لئے نیک نیتی کی شرط لگادی گئی یعنی دو طلاق دینے کے بعد تیسری طلاق سے پہلے سوہر کو یہ حق تو ہے کہ اپنی بیوی کی طرف رجوع کرلے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کی نیت صلح و آشتی کے ساتھ رہنے کی ہو نہ کہ ستانے اور لٹکائے رکھنے کے۔ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا(14)

مسلمان کا غیر مسلموں کیساتھ قانون مناکحت

مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے تمام اُن غیر مسلموں سے ازدواجی تعلق کو ممنوع کر دیا گیا ہے۔ جو اہل کتاب نہیں ہیں کیونکہ وہ اپنے مذہب، اپنے خیالات، اپنی تہذیب و معاشرت اور اپنے طور طریقوں میں مسلمانوں سے اتنے مختلف ہیں کہ ایک حقیقی مسلمان کا دلی محبت اور قلب و روح کی یک جہتی کے ساتھ ان سے میل نہیں ہو سکتا۔ اگر اس اختلاف کے باوجود وہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے جائیں تو ان کا ازدواجی رشتہ کوئی صحیح تمدنی رشتہ نہ ہو گا۔ بلکہ محض ایک شہوانی رشتہ بن جائیگا۔ اور اس میں یا تو مودت و رحمت نہ ہو گی یا اگر ہو گی تو وہ اسلامی تہذیب و تمدن کے لیے اور خود ان مسلمانوں کے لیے مفید ہونے کے بجائے غیر مفید ہو جائے گا۔

وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ(15)

مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں ایک مومن لونڈی ایک مشرک شریف زادی سے بہتر ہے۔ اگرچہ وہ تم کو پسند ہو اور مشرک مردوں سے اپنی عورتوں کی شادیاں نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔

اہل کتاب کے معاملے میں اگرچہ قانون اس کی اجازت دیتا ہے کہ ان کی عورتوں سے نکاح کرلیا جائے۔ کیونکہ تہذیب کے مبادی میں ایک حد تک ہمارے اور ان کے درمیان اشتراک ہے لیکن اس کو بھی اسلام میں پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا ہے۔ کعب من مالک نے ایک کتابیہ سے نکاح کرنا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علی والہ وسلم نے ان کو منع فرمایا اور ممانعت کی وجہ یہ ارشاد فرمائی اِنَّھَا لَا تُحصِنُکَ) وہ تجھے محصن نہیں بنا سکتی(مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں دونوں

کے درمیان وہ مودت ورحمت نہ ہو گی جو احصان کی اصلی روح ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ سے نکاح کرنا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ اسے چھوڑ دو۔ حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما نے کتابیات سے نکاح کو بصراحت مکروہ فرمایا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کراہت کی دلیل یہ پیش کی ہے۔ کہ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یعنی جو مومن ہے وہ ایسے لوگوں سے محبت نہیں کر سکتا جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوں۔ اور جب زوجین میں محبت ہی نہ ہو تو ایسا نکاح کس کام کا[16]۔

مولانا مودودیؒ اور قانون کفائت

خود مسلمانوں کے درمیان بھی شریعت یہ چاہتی ہے کہ ازدواجی تعلق ایسے مرد و عورت کے درمیان قائم ہو جن کے درمیان غالب حال کے لحاظ سے، مودت ورحمت کی توقع ہو، اور جہاں یہ توقع نہ ہو وہاں رشتہ کرنا مکروہ ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی نے نکاح پہلے عورت کو دیکھ لینے کا حکم دیا۔ (یا کم از کم مشورہ) دیا ہے۔

اِذا خطب امدکم المراۃ فان استطاع ان ینظرالی مایدعوہ الی نکا مھا فلیفعل[17]

جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکان اسے دیکھ لینا چاہیے کہ آیا اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کو اس عورت سے نکاح کی رغبت دلانے والی ہو۔

اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نکاح کے معاملے میں کفائت (ہم سری) کو ملحوظ رکھنا پسند کرتی ہے۔ اور غیر کفو میں نکاح کو مناسب نہیں سمجھتی جو عورت اور مرد اپنے اخلاق میں، اپنی دین داری میں، اپنے خاندان کے طور طریقوں میں، اپنی معاشرت اور رہن سہن میں۔ ایک دوسرے سے مشابہت یا کم از کم قریبی مماثلت رکھتے ہوں۔ ان کے درمیان مودت ورحمت کا یہ رابطہ پیدا ہونا زیادہ متوقع ہے۔ اور ان کے باہمی ازدواج زندگی سے یہ بھی توقع کی جاسکتی ہے کہ ان دونوں کے خاندان بھی اس رشتے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو سکیں گے۔ بخلاف اس کے جن کے درمیان یہ مماثلت موجود نہ ہو۔ ان کے معاملے میں زیادہ تر اندیشہ یہی ہے کہ وہ گھر کی زندگی میں اور اپنے قلبی وروحی تعلق میں، ایک دوسرے سے متصل نہ ہو سکیں گے۔ اور اگر شخصاً میاں اور بیوی باہم متصل ہو بھی جائیں تو کم ہی یہ امید کی جاسکتی ہے کہ دونوں خاندان آپس میں مل سکیں بشرط اسلام میں مسئلہ کفائت کی یہی اصل ہے۔

مذکورہ بالا مثالوں سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ صیانتِ اخلاق و عفت کے بعد دوسری چیز جو اسلام کے قانونِ ازدواج میں کلیدی اہمیت رکھتی ہے وہ زوجین کے درمیان مودت ورحمت ہے۔ جب تک ان کے تعلقات میں اس چیز کے باقی رہنے کی امید ہو۔ اسلامی قانون کے رشتہ مناکحت کی حفاظت پر اپنی پوری

قوت صرف کرتا ہے۔ مگر جب یہ مودت و رحمت باقی نہ رہنے اور اس کی جگہ بے دلی، سرد مہری نفرت اور بے زاری پیدا ہو جائے۔ تو قانون کا میلان رشتہ نکاح کی گرہ کھول دینے کی طرف منعطف ہو جاتا ہے۔ یہ نکتہ بھی اس قابل ہے کہ اس کو ذہن نشین کر لیا جائے۔ کیونکہ جو لوگ اس کو نظر انداز کر کے قانون اسلام کے اصولوں کو جزئیات پر منطبق کرتے ہیں وہ قدم قدم پر ایسی غلطیاں کر جاتے ہیں جن سے قانون کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

مناکحت کے بارے میں بنیادی اصولِ قانون

مولانا مودودیؒ نے قرآن اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں چند قوانین مناکحت بیان کئے ہیں اور اسی طرح اس کے مقاصد پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ اسلامی قانون میں ، ازدواج کی تدوین کن اصولوں پر کی گئی ہے۔ اس لیے کہ جب تک اصول ٹھیک ٹھیک معلوم نہ ہوں جزوی مسائل میں قانون کے احکام کو صحیح طریقے سے نافذ کرنا مشکل ہے۔

مرد کا عورت پر حاکمیت

اصولِ قانون میں پہلی اصل جس پر بہت سے احکام متفرع ہوتے ہیں۔ یہ ہے کہ ازدواجی زندگی میں مرد کو عورت سے ایک درجہ زائد دیا گیا ہے۔

اس درجہ کی تشریح اس آیت میں واضح ہو جاتی ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْؕ-فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُؕ (18)

مرد عورتوں پر قوام ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ اور اس بنا پر کہ وہ اپنے اموال خرچ کرتے ہیں پس جو نیک عورتیں ہیں وہ شوہروں کی اطاعت کرنے والی اور ان کی غیر موجودگی میں بتوفیق الٰہی ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہے اس بحث کی جگہ یہ نہیں کہ مرد کو عورت پر فضیلت کس بنا پر ہے اور اس کو قوام کیوں بنایا گیا ہے؟ یہ قانون کی نہیں، فلسفہ کی اجتماعی بحث ہے۔ اس موضوع کے دائرے میں رہ کر اس امر کی صراحت کر دینا چاہیے کہ خانگی زندگی کے نظم کو برقرار رکھنے کے لیے بہر حال زوجین میں سے ایک کا قوام اور صاحب امر ہونا ضروری ہے۔ اگر دونوں بلکل مساوی درجہ اور مساوی اختیارات رکھنے والے ہوں تو بد نظمی کا پیدا ہونا یقینی ہے۔ جیسی کہ فی الواقع ان قوموں میں رونما ہو رہی ہے۔ جنہوں نے عملاً زوجین کے درمیان مساوات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام چونکہ ایک فطری مذہب ہے۔ اس لیے اس نے انسانی فطرت کا لحاظ کر کے زوجین

میں سے ایک کو قوام اور صاحب امر اور دوسرے کو مطیع اور ماتحت بنانا ضروری سمجھا اور قوامیت کے لئے اُس فریق کا انتخاب کیا جو فطرتاً یہی درجہ لے کر پیدا ہوا ہے۔

مرد کے فرائض

پس اسلامی قانون کے ماتحت ازدواجی زندگی کا جو ضابطہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس میں مرد کی حیثیت قوام کی ہے۔ اور اس حیثیت میں اس پر حسبِ ذیل فرائض عائد ہوتے ہیں۔

مہر

یہ کہ وہ عورت کا مہر ادا کرے کیونکہ اس کو عورت پر جو حقوق زوجیت حاصل ہوتے ہیں وہ مہر کا معاوضہ ہیں اوپر جو آیت نقل کی گئی ہے اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ اگر چہ اصل فطرت کے لحاظ سے مرد ہی قوامیت کا مستحق ہے۔ مگر بلفعل یہ مرتبہ اس کو اُس مال کے معاوضے میں ملتا ہے جو وہ مہر کی صورت میں خرچ کرتا ہے۔ اس کی تشریح دوسری آیات میں بھی کی گئی ہے۔ مثلاً

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً[19] اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔

وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ-فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً-وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ[20] ان محرمات کے سوا باقی سب عورتیں تمھارے لیے حلال کی گئیں تا کہ اپنے اموال کے بدلے تم ان کو حاصل کرنے کی خواہش کرو قید نکاح میں لانے کے لیے نہ کہ آزاد شہوت رانی کے لیے۔ بس ان سے تم نے جو تمتع کیا ہے۔ اس کے بدلے میں قرار داد کے مطابق ان کے مہر ادا کرو۔ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[21]

پس لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور مناسب طور پر ان کے مہر ادا کرو۔

وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ[22] اور حلال کی گئیں تمھارے لیے عزت دار عورتیں مومنوں میں سے اور عزت دار عورتیں اُن لوگوں میں سے جن کے پاس تم میں سے پہلے کتاب بھیجی جا چکی ہے جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو۔ پس نکاح کے وقت عورت اور مرد کے درمیان مہر کی جو قرار داد ہوئی ہو اس کو پورا کرنا مرد پر لازم ہے۔ اگر وہ اس قرار داد کو پورا کرنے سے انکار کرے تو عورت کو حق ہے کہ اپنے نفس کو اس سے روک لے یہ ایسی ذمہ داری ہے جس سے سبک دوش ہونے کی کوئی صورت مرد کے لیے بجز اس کے نہیں ہے کہ عورت یا تو اس کو مہلت دے۔ یا اس کی ناداری کا لحاظ کر کے بخوشی معاف کر دے۔ یا اس پر احسان کر کے برضا و رغبت اپنے حق سے دستبردار ہو جائے۔

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً-فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا[23] پھر اگر وہ خوشی دلی کے ساتھ مہر میں سے کچھ معاف کردیں تو اس کو مزے سے کھاؤ۔وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ[24]

اور اگر تم اقرار کے بعد اس میں کم یا زیادہ پر باہمی رضامندی سے کوئی تصفیہ کرلو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

نان نفقہ

شوہر کا دوسرا فرض نان نفقہ ہے قانون اسلام نے زوجین کے حدود عمل کی واضح طور پر تقسیم کردی ہے۔ عورت کا کام گھر میں بیٹھنا اور خانگی زندگی کے فرائض انجام دینا ہے۔ اور مرد کا کام کمانا اور اپنے بیوی بچوں کے لئے ضروریات زندگی فراہم کرنا ہے۔ یہ دوسری چیز ہے جس کی بنا پر شوہر کو اپنی بیوی پر فضیلت کا ایک درجہ دیا گیا ہے۔ اور یہ چیز قوامیت کے عین مفہوم میں داخل ہے۔ قوام کہتے ہی اُس شخص کو ہیں جو کسی شے کی نگہبانی اور خبر گیری کرنے والا ہو اور اسی حیثیت سے اُس شے پر اقتدار رکھتا ہو۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِوَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْامِنْ اَمْوَالِهِمْؕ[25] سے جس طرح مہر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح نفقہ کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے۔ اگر شوہر اس ذمہ داری کو ادا نہ کرے تو قانون اس کو ادا کرنے پر مجبور کریگا اور بصورت انکار یا بصورت عدم استطاعت اس کا نکاح مسخ کردیگا۔ لیکن نفقے کی مقدار کا تعین عورت کی خواہشات پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ مرد کی استطاعت پر ہے۔ قرآن مجید نے اس کے بارے میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کردیا ہے۔ کہ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مال دار پر اس کی استطاعت کے مطابق نفقہ ہے۔ اور مفلس پر اس کی استطاعت کے مطابق یہ نہیں کیہ غریب آدمی سے وہ نفقہ وصول کیا جائے جو اس کی حیثیت سے زیادہ ہو۔ یا مال دار آدمی وہ نفقہ دے جو اس کی حیثیت سے کم ہو[26]۔

ازواج میں عدل نہ کرنا

متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں کسی ایک کی طرف مائل ہو کر دوسری بیوی یا بیویاں معلق رکھ چھوڑنا ظلم ہے جسے قرآن مجید صاف الفاظ میں ناجائز ٹھہراتا ہے۔

فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ[27]

کسی ایک کی طرف بلکل نہ جھک پڑو کہ دوسری کو گویا معلق رکھ چھوڑو۔ قرآن مجید میں تعداد ازدواج کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ دی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص عدل نہ کرے تو اسے اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں ہے۔ خود اس ایت میں بھی جہاں تعداد ازدواج کی اجازت دی گئی ہے۔ صاف حکم موجود ہے کہ اگر عدل نہ کر سکو تو ایک ہی بیوی رکھو۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ-ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا[28]

(ترجمہ پھر اگر تم کو خوف ہو عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو یا لونڈی جو تمھارے قبضے میں ہو۔ یہ زیادہ قرین مصلحت ہے تا کہ تم حق سے تجاوز نہ ہو جاؤ)

امام شافعیؒ نے اَلَّاتَعولوا کے معنٰی یہ کیے ہیں کہ تمھارے عیال زیادہ نہ ہو جن کی پرورش کا بار تم پر پڑ جائے لیکن یہ اصل لغت کے خلاف ہے۔ لغت میں(عول)معنٰی میل کے ہیں۔

یہاں عائل بمعنی مائل مستعمل ہو ہے اسی بناء پر عول کو جور اور طریق عدل سے ہٹ جانے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حسن سجاہد۔ شعی، عکرمہ اور قتادہ رحمتہ اللہ علیہم نے لا تعولو کے معنی لا تمیلوا عن الحق کے ہیں۔ لہذا قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص دو یا دو سے زائد بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرتا اور ایک کی طرف جھک کر دوسری کے حقوق میں کوتاہی کرتا ہے وہ ظالم ہے۔ تعداد ازدواج کی اجازت سے فائدہ اٹھانے کا اس کو حق نہیں ہے۔ قانون کو ایسی حالت میں صرف ایک بیوی رکھنے پر مجبور کرنا چاہیئے۔ اور دوسری بیوی یا بیویوں کو اس کے خلاف قانون سے دادرسی پانے کا حق ہونا چاہیئے۔

عدل کے باب میں قرآن کریم نے تصریح کر دی ہے کہ دلی محبت کا جہاں تک تعلق ہے اس ایت میں مساوات برتنے پر نہ انسان قادر ہے اور نہ اس کے لیے مکلف (وَ لَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ) البتہ اس کو تکلیف جس بات کی دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نفقہ اور مباشرت اور تعلقات زن و شوہر میں ان کے ساتھ یکساں برتاؤ کرے۔ مرد کے ظلم کی یہ تین صورتیں ہیں جن میں قانون مداخلت کر سکتا ہے۔ ان کے علاوہ زوجین کے باہمی تعلقات میں بعض ایسے معاملات بھی پیش اسکتے ہیں اور آتے رہے ہیں جو مودت و رحمت کے منافی ہیں مگر ان میں قانون کے لیے مداخلت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید نے ایسے معملات کے لئے شوہروں کو عام اخلاقی ہدایات دی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے ساتھ مرد کا برتاؤ فیاضانہ اور محبت آمیز ہونا چاہئے۔ دن رات کی تھکاوٹ سہنے کے ساتھ زندگی گزارنا حماقت ہے۔

اگر عورت کو رکھنا ہے تو سیدھی طرح سے رکھو۔ نہ بنے تو سیدھی طرح رخصت کردو۔ قرآن کی ان ہدایات کو قانون کی طاقت سے نافذ نہیں کیا جاسکتا اور نہ یہ ممکن ہی ہے کہ میاں بیوی کے ہر جھگڑے میں قانون مداخلت کیا کرے۔ لیکن اس سے قانون کی اسپرٹ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ عدل و انصاف اور رحمت و مودت کے برتاؤ کی زمہ داری زیادہ تر مرد پر عائد کرتا ہے(29)۔

مرد کے حقوق

مرد کو قوامیت کا مرتبہ جن زمہ داریوں کے ساتھ دیا گیا ہے وہ قران وحدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے کہ قوام ہونے کی حیثیت سے مرد کے حقوق کیا ہیں؟

حفظ للغیب

عورت پر مرد کا پہلا حق قرآن مجید نے ایسے الفاظ میں بیان کیا ہے جن کا بدل کسی دوسری زبان میں مہیا ہی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ(30)

جو نیک عورتیں ہیں وہ اطاعت کرنے والی اور غیب کی حفاظت کرنے والی ہیں اللہ تعالی کی حفاظت سے یہاں حفظ للغیب سے مراد ہر اُس چیز کی حفاظت کرنا ہے جو شوہر کی ہو اور اُس کی غیر موجودگی میں بطور امانت عورت کے پاس رھے اس میں اُس کے نسب کی حفاظت اس کے نطفے کی حفاظت غرض سب ہی کچھ آجاتا ہے۔ اگر عورت ان حقوق میں سے کسی حق کو ادا کرنے میں کوتاہی کرے۔ تو مرد کو وہ اختیارات استعمال کرنے کا حق ہو گا جن کا ذکر آگے ملتا ہے۔

شوہر کی اطاعت

مرد کا دوسرا حق یہ ہے کہ عورت اس کی اطاعت کرے فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ جو نیک عورتیں ہیں وہ شوہروں کی اطاعت کرنے والی ہوتی ہیں یہ ایک عام حکم ہے جس کی تشریح میں نبی علیہ السلام نے متعدد چیزیں بیان فرمائی ہیں مثلاً (تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمھارے ہاں کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔) وہ اس کے گھر میں سے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر صدقہ نہ کرے اگر ایسا کرے گی تو اجر شوہر کو ملے گا۔ اور گناہ عورت پر ہو گی۔ نیز وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ نکلے۔ عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں رمضان کے سوا نفل روزے اس کی اجازت کے بغیر ایک دن بھی نہ رکھے۔

خیر انساء امراہ اذانظرت الّیھا سرتک واذامر تا اطاعتک وازا غبت عنھا حفظتک فی مالک ونفسھا(31)

بہترین عورت وہ ہے کہ جب تو اس کو دیکھے تو تیرا دل خوش ہو جائے اور جب تو اس کو حکم دے تو وہ تیری اطاعت کرے۔ اور جب تو اس کے پاس موجود نہ ہو تو وہ تیرے مال اور اپنے نفس میں تیرے حق کی حفاظت کرے اس عام حکم اطاعت میں صرف ایک است ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر عورت سے اس کا شوہر اللہ کی معصیت کا مطالبہ کرے تو وہ اس کا حکم ماننے سے انکار کر سکتی ہے۔ بلکہ اسے انکار کر دینا چاہیئے مثلاً وہ فرض نماز اور روزے سے منع کرے، یا شراب پینے کا حکم دے۔ یا پردہ شرعی ترک کرائے۔ یا خواہش کا ارتکاب اس سے کرنا چاہیئے۔ تو عورت نہ صرف اس کی مجاز ہے بلکہ اس کا فرض ہے کہ شوہر کے ایسے حکم کو ٹکرا دے۔ اس لیے کہ خالق کی نافرمانی میں کس مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

اس صورت خاص کے سواء باقی تمام صورتوں میں شوہر کی اطاعت عورت کا فرض ہے۔ اگر نہ کرے گی تو نافرمانی ہو گی اور شوہر کو وہ اختیارات استعمال کرنے کا حق ہو گا۔ جن کا ذکر تفصیل کیساتھ بیان کیا جاتا ہے[32]۔

مرد کے اختیارات

قانون اسلام نے چونکہ مرد کو قوام بنایا ہے اور اس پر عورت کے مہر نان نفقے اور نگہبانی و خبر گیری کی ذمہ داری عائد کی ہے اس لیے وہ مرد کو عورت پر چند ایسے اختیارات عطا کرتا ہے جو خانگی زندگی کا نظم برقرار رکھنے اور اپنے گھر کے اخلاق اور حسن معاشرت کی حفاظت کرنے اور خود اپنے حقوق کو برباد ہونے سے بچانے کے لئے اس کو سرور حاصل ہوتی ہیں۔ قانون اسلام میں ان اختیارات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ وہ حدود بھی متعین کر دیئے گئے ہیں جن کے اندر یہ اختیارات استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

نصیحت تادیب اور تعزیر

اگر عورت اپنے شوہر کی اطاعت نہ کرے یا اس کے حقوق میں سے کسی حق کو تلف کرے تو ایسی صورت میں مرد پر لازم ہے کہ پہلے اس کو نصیحت کرے نہ مانے تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے برتاؤ میں حسب ضرورت اس کے ساتھ سختی کرے اور اگر اس پر بھی نہ مانے تو وہ اس کو مار سکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کی اطاعت کرنے لگے اور جن عورتوں سے تم نشوز دیکھو ان کو نصیحت کرو اور بستروں پر ان کو چھوڑ دو اور ان کو مارو۔ اگر وہ تمھاری اطاعت کریں تو ان پر سختی کرنے کا کوئی طریقہ نہ ڈھونڈو اس آیت میں وَاهجُروهُن فِي المضاجِ (یعنی بستروں پر ان کو چھوڑ دو) فرما کر سزا کے طور پر ترک مباشرت کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے لئے ایک فطری حد مقرر کر دی ہے کہ یہ بستر کی علیحدگی چار مہینے سے زیادہ نہ ہو۔ جو عورت اتنی نافرمان اور شوریدہ سر ہو اور اس سے شوہر ناراض ہو کر اس کے ساتھ سونا چھوڑ دے اور وہ جانتی ہو کہ چار مہینے تک یہ حالت قائم رہنے کے بعد شوہر از روئے احکام الہٰی اس کو طلاق دے دیں گا اور پھر بھی وہ اپنے نشوز سے باز نہ آئے وہ اسی قابل ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ چار مہینے کی مدت ادب

سکھانے کے لئے کافی ہے۔ اس سے زیادہ مدت تک یہ سزا دینا غیر ضروری ہو گا۔ کیونکہ اتنے دن تک اس کا نشوز پر قائم رہنا یہ جانتے ہوئے کہ اس کا نتیجہ طلاق ہے اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں ادب سیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے یا وہ حسن معاشرت کے ساتھ کم از کم اس شوہر سے تباہ نہیں کر سکتی اس سے وہ مقاصد بھی فوت ہونے کا اندیشہ ہے جن کے لئے ایک مرد کو ایک عورت کے ساتھ رشتہ مناکحت میں باندھا جاتا ہے ممکن ہے ایسی حالت میں شوہر اپنی خواہشات نفس پوری کرنے کے لئے کسی ناجائز طریقے کی طرف مائل ہو جائے یہ بھی ممکن ہے کہ عورت کسی اخلاقی فتنے میں مبتلا ہو جائے یہ بھی اندیشہ ہے کہ جہاں میاں بیوی میں سے ایک اس قدر ضدی اور شوریدہ سر ہو وہاں زوجین میں مودت ورحمت قائم نہ ہو سکے گی۔

امام سفیان ثوریؒ سے وهجروهن فِي المضَاجعِ کے معنی میں ایک دوسرا قول منقول ہے۔ وہ کلام عرب سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ ھجر کے معنی باندھنے کے ہیں هَجَرَ البعير اذاربطه صاهبته بلهجارِ ہجار اُس رسی کو کہتے ہیں جو اونٹ کی پیٹھ اور ٹانگوں کو ملا کر باندھی جاتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ جب وہ نصیحت نہ قبول کریں تو گھر میں ان کو باندھ کر ڈالو۔ لیکن یہ معنی قرآن مجید کے منشا سے بعید ہیں فِی لمَضَاجع کے الفاظ میں قرآن نے اپنے منشا کی طرف صاف اشارہ کر دیا ہے۔ مضاجع سونے کی جگہ کو کہتے ہیں اور سونے کی جگہ میں باندھنا بالکل بے معنی بات ہے۔

دوسری سزا جس کی اجازت زیادہ شدید حالات میں دی گئی ہے مارنے کی سزا ہے مگر اس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے یہ قید لگا دی ہے کہ ضرب شدید نہ ہونی چاہئے۔ اگر وہ تمھارے کسی جائز حکم کی نافرمانی کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو زیادہ تکلیف دہ نہ ہو۔ منہ پر نہ مارو اور گالم گلوچ نہ کرو۔ یہ دو سزائیں دینے کا مرد کو اختیار دیا گیا ہے۔ مگر جیسا کہ نبی علیہ اسلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ سزا اُس نافرمانی پر دی جا سکتی ہے۔ جو مرد کے جائز حقوق سے متعلق ہو نہ یہ کہ ہر جا و بے جا حکم کی اطاعت پر اصرار کی جائے اور عورت نہ مانے تو اس کو سزا دی جائے۔ پھر قصور اور سزا کے درمیان بھی تناسب ہونا چاہیئے اسلامی قانون کے کلیات میں سے ایک کلیہ یہ بھی ہے کہ (جو کوئی تم پر زیادتی کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے کی ہے)

زیادتی کی نسبت سے زیادہ سزا دینا ظلم ہے جس قصور پر نصیحت کافی ہے۔ اس پر ترکِ کلام۔ اور جس پر ترکِ کلام کافی ہے۔ اس پر ھجر فی المضاجع اور جس پر ھجر فی المضاجع کافی ہے اس پر مارنا ظلم میں شمار ہو گا۔ مار ایک آخری سزا ہے جو صرف شدید اور ناقابل برداشت قصور پر ہی دی جا سکتی ہے اور اس میں بھی لحاظ رکھنی ضروری ہے جو نبی علیہ اسلام نے مقرر فرمائی ہے۔ اس سے تجاوز کرنے کی صورت میں مرد کی زیادتی ہو گی۔ اور عورت کو حق حاصل ہو جائے گا کہ اس کے خلاف قانون سے مدد طلب کرے۔

طلاق

دوسرا اختیار مرد کو یہ دیا گیا ہے کہ جس عورت کے ساتھ وہ نباہ نہ کر سکتا ہو اس کو طلاق دے دیں۔ چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے۔ اس لیے ان حقوق سے دست بردار ہونے کو اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے۔ عورت کو یہ اختیار نہیں دیا جا سکتا تھا کیونکہ وہ اگر طلاق کی مختار ہو جائے تو مرد کا حق ضائع کرنے پر تل ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنا روپیہ صرف کر کے کوئی چیز حاصل کریگا۔ وہ اس کو آخری حد تک رکھنے کی کوشش کریگا۔ اور صرف اُس وقت اسے چھوڑ دیگا۔ جب اس کے لیے چھوڑنے کے سواء کوئی اور چارہ نہ ہو گا۔ لیکن اگر مال صرف کرنے والا ایک فریق ہو اور ضائع کرنے کا اختیار دوسرے فریق کو مل جائے تو اُس دوسرے فریق سے یہ امید کم کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے اس اختیار کے استعمال میں اس فریق کے مفاد کا لحاظ کریگا جس نے مال صرف کیا ہے پس مرد کو طلاق کا اختیار دینا نہ صرف اس کے جائز حق کی حفاظت ہے بلکہ اس میں یہ بھی مصلحت مضمر ہے کہ طلاق کثرت نہ ہے۔

کہ مناکحت کے تعلق کو امکانی حد تک مستحکم بنایا جائے اور جو مرد و زن ایک مرتبہ اس رشتے میں بندھ چکے ہوں ان کو باہم جمع رکھنے کی انتہائی کوشش کی جائے مگر جب ان کے درمیان صحبت اور موافقت کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور رشتہ مناکحت میں ان کے بندھے رہنے سے قانون کے اصل مقاصد فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ان کو نفرت و کراہت اور طباع کی ناموافقت کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رکھنے پر اصرار نہ کیا جائے۔ اس صورت میں ان کے لئے اور سماج کے لیے بہتر یہی ہے کہ ان کی علیحدگی کا راستہ کھول دیا جائے۔ اس معاملے میں اسلامی قانون نے فطرت انسانی کی رعایت اور تمدنی مصالح کی حفاظت کے درمیان ایسا صحیح توازن قائم کی ہے۔ جس کی مثال دنیا کے کسی قانون میں نہیں مل سکتی ایک طرف وہ رشتہ نکاح کو مستحکم بنانا چاہتا ہے مگر نہ اتنا مستحکم جتنا ہندو۔ مذہب اور مسیحت میں ہے کہ زوجین کے لیے مناکحت کی زندگی خواہ کتنی ہی شدید مصیبت بن جائے بہر حال وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہو سکیں دوسری طرف وہ علیحدگی کے راستے کھولتا ہے۔ مگر نہ اتنے آسان جتنے روس، امریکا اور مغرب کے اکثر ممالک میں ہیں کہ ازدواجی تعلق میں سرے سے کوئی پائیداری ہی باقی نہ رہے اور رشتہ ازدواج کی کمزوری عائلی زندگی کا سارا نظام درہم برہم ہونے لگا اور اس اصل کے ماتحت علیحدگی کی جو صورتیں رکھی گئی ہیں وہ تین ہیں طلاق، خلع، اور قضائے قاضی[33]۔

حوالہ جات

1- القرآن4:25

2- ایضاً

3۔القرآن5:5

4۔مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ، تفہیم القرآن،ج1،ص343،الاصلاح کمیونیکشن نیٹ ورک،لاہور پاکستان

5۔القرآن21:30

6.القرآن7:189

7.القرآن2:187

8۔القرآن4:129

9۔القرآن2:229

10۔القرآن2:231

11۔القرآن4:19

12۔القرآن2:231

13۔القرآن2:237

14۔القرآن2:228

15۔القرآن2:221

16۔مولانا مودودیؒ، تفہیم القرآن،ج1،ص174

17۔ابوداود، کتاب النکاح،رقم الحدیث1310

18۔القرآن4:34

19۔القران4:2

20۔القرآن4:20

21۔القرآن4:25

22۔القرآن5:5

23۔القرآن4:4

24۔ایضاً

25۔القرآن34:4

26۔مولانا مودودیؒ، حقوق الزوجین، ص83

27۔القرآن149:4

28۔القرآن4:4

29۔مولانا مودودیؒ، رسائل ومسائل، حصہ2، ص93

30۔القرآن34:4

31۔الترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، السنن، کتاب النکاح، رقم الحدیث1015

32۔مولانا مودودیؒ، حقوق الزوجین، ص122

33۔مولانا مودودیؒ، تفہیم القرآن، ج4، ص185